مباحثہ ومکالمہ

مولانا مفتی منیب الرحمٰن *

DNA کے بارے میں چشم کشا حقائق

گزشتہ سال اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے قرار دیا کہ DNA کی فارنزک لیبارٹری رپورٹ کو حدِ زنا جاری کرنے کے لیے حتمی اور قطعی شہادت (Absolute Evidence) کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا، اس کے لیے عینی شہادت (Eye Witness) کا مطلوبہ شرعی معیار لازمی ہے، البتہ اسے ظنّی شہادت، قرائن کی شہادت اور تائیدی شہادت کے طور پر لیا جا سکتا ہے اور عینی شہادت کی عدم دستیابی کی صورت میں عدالت مطمئن ہو تو تعزیراً سزا دے سکتی ہے۔ اس پر ہمارے آزاد الیکٹرانک میڈیا، لبرل عناصر نے کہرام مچا دیا، ان میں حقوقِ نسواں اور حقوقِ انسانی کے نام پر تنظیمیں چلانے والی NGOs اور دیگر فعال عناصر سب شامل ہیں۔ چونکہ مغربی ممالک کی اقدار کے پرچارک ان طبقات کو زنا بالرضا (Adultery) پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اس لیے ان کا اصرار ہے کہ زنا بالجبر (Rape) کے ثبوت کے لیے DNA کا لیبارٹری ٹیسٹ اگر مثبت آ جائے تو اسے حتمی اور قطعی شہادت قرار دے کر اس جرم کے مرتکب پر سزائے موت جاری کر دی جائے۔

میں 12 تا 30 جنوری امریکہ کے دورے پر تھا اور مختلف ریاستوں میں دوستوں نے دینی پروگرام ترتیب دے رکھے تھے، نیوجرسی اسٹیٹ سے جماعت اہل سنت نارتھ امریکا کے رہنما علامہ مقصود احمد قادری یہ پروگرام ترتیب دیتے ہیں، ان میں ایک پروگرام ٹینیسی اسٹیٹ کے شہر نیو جانسن سٹی میں جناب ڈاکٹر شہرام ملک کے مکان پر ہوتا ہے، جو دین دار، علم دوست اور مہمان نواز شخص ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحبان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کا ایک حلقہ احباب ہے جو کافی دور دور سے سفر کر کے یکجا ہوتے ہیں۔ چونکہ تعلیم وتعلّم ہمارا مشن ہے، اس لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کے ساتھ مجلس کا انعقاد اور تبادلۂ خیال بے حد مفید ثابت ہوتا ہے، ان میں کئی احباب میاں بیوی دونوں ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ممتاز عالمی شہرت یافتہ آئی سرجن جناب ڈاکٹر خالد اعوان اس حلقۂ احباب کا نقطۂ اتصال ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا قرآن وحدیث کا وسیع مطالعہ، یادداشت اور استدلال قابل رشک ہے۔ وہ راسخ العقیدہ ہیں، محض روایتی اور نسلی مسلمان نہیں ہیں کہ مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے اور وراثت میں اسلام کی نعمت بھی مل گئی، بلکہ اُس خوش نصیب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اسلام کو پڑھا، سمجھا اور شعوری طور پر قبول کیا اور عمل بھی کیا۔ ان کے اپنے شعبۂ طب Opthalmology میں ان

* چیئر مین مرکزی رویت ہلال کمیٹی، حکومت پاکستان۔

کے 250 سے زیادہ ریسرچ پیپرز معتبر عالمی طبی جرائد میں طبع ہو چکے ہیں۔ امراضِ چشم کے علاج کے حوالے سے ان کی ایک تحقیق ''Awan Syndrome'' کے عنوان سے ان کے نام سے منسوب ہے اور بلاشبہ یہ ایک بڑا اعزاز ہے، اسی طرح لیزر ٹیکنالوجی سے جو آنکھوں کا علاج ہوتا ہے، ان میں سے بھی ایک خاص ''لیزر'' کے موجد چونکہ ڈاکٹر خالد اعوان ہیں، اس لیے یہ بھی ان کے نام سے منسوب ہے۔ امریکا اور دیارِ مغرب میں مقیم قابل فخر کارنامے انجام دینے والے ایسے پاکستانیوں کو قومی اعزاز کے لیے منتخب کیا جانا چاہیے اور امریکا میں مقیم پاکستانی صحافیوں کو ایسے لوگوں کی نشاندہی کرنی چاہیے۔

میں ایک عرصے سے متلاشی تھا کہ آیا امریکا اور یورپی ممالک میں DNA ٹیسٹ کی مثبت رپورٹ کو ایسے جرائم کے ثبوت کے لیے، جن کی سزا موت ہے، قطعی اور حتمی شہادت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا اسے زیادہ سے زیادہ ہمارے فقہائے کرام کے اقوال کے مطابق ایک ظنّی اور مشتبہ شہادت یا تائیدی شہادت کے طور پر ہی لیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں مختلف مواقع پر قرائن کی شہادت کو اپنے قیاس کی بنیاد بھی بنایا اور اسے تائیدی شہادت کے طور پر استعمال بھی فرمایا، لیکن اسے کسی بھی وقوعے کے بارے میں قطعی اور حتمی شہادت کا درجہ نہیں دیا کہ اس کی بنا پر شرعی حد جاری کی جا سکتی ہے، ذیل میں ہم اس کی مثالیں پیش کر رہے ہیں:

ابورافع سَلاَّم بن ابوالحُقَیق ایک مشہور دشمنِ رسول تھا، وہ آپ کو ایذا پہنچاتا تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عَتِیک کی قیادت میں انصار کے پانچ افراد کو اُسے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ عبداللہ بن اُنَیس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اُس کے قتل کی خبر دی۔ ہم میں اختلاف پیدا ہوا کہ وہ شخص کس کی ضرب سے قتل ہوا ہے، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک اس اِعزاز کا دعوے دار تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب اپنی تلواریں لے آؤ''، چنانچہ ہم اپنی اپنی تلواریں لے آئے۔ آپ ﷺ نے سب تلواروں کو دیکھا اور عبداللہ بن اُنَیس کی تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''وہ اِس تلوار سے قتل ہوا ہے، کیونکہ مجھے اس پر خوراک کے ذرّات نظر آ رہے ہیں، (سیرتِ ابن ہشام، ج:2، ص:275، روایت کا خلاصہ)''۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ عبداللہ بن اُنیس کی تلوار ابن ابوالحُقَیق کے بدن میں زیادہ گہرائی یعنی معدے تک گئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس پر لگے ہوئے خون کے دھبوں میں خوراک کے ذرات کی آمیزش نظر آتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا وار زیادہ گہرائی تک گیا اور جان لیوا ثابت ہوا۔ یہ فراستِ نبوت کا فیضان تھا کہ آپ ﷺ نے قرائن کی شہادت (Circumstantial Evidence) کا اعتبار کیا اور اسے کسی وقوعے کے ثبوت کے لیے تائیدی شہادت اور قرینے کے طور پر استعمال فرمایا۔

حدیث پاک میں ہے: ''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم)، میرے ہاں ایک سیاہ فام بیٹے نے جنم لیا ہے (غالباً وہ شخص سفید رنگ کا تھا اور اس بنا پر اُسے اپنے بیٹے کے نسب کے بارے میں شبہ لاحق ہوا)، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟، اُس نے جواب دیا: جی ہاں!،

آپ نے پوچھا: اُن کے رنگ کیسے ہیں؟، اُس نے عرض کی: سرخ۔ آپ نے فرمایا: کیا اُن میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟، اُس نے عرض کی: جی ہاں!، آپ ﷺ نے فرمایا: تو وہ (یعنی سرخ اونٹوں میں خاکستری رنگ کا اونٹ) کہاں سے آ گیا؟، اُس نے عرض کی: شاید (اُس کے نسبی آباء میں سے) کسی کی رگ نے اُسے کھینچ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تمہارے بیٹے کو بھی (تمہارے آباء کی) کسی رگ نے کھینچ لیا ہو، (بخاری:5305)''۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے قیاس کو صحیح نسب کے لیے تائید کے طور پر استعمال فرمایا۔ اس کو مندرجہ ذیل حدیث سے مزید تقویت ملتی ہے:

علی بن ابی رباح اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: تمہارے ہاں کیا پیدا ہوا؟، اُس نے جواب دیا: میرے ہاں جو بھی پیدا ہوگا بیٹا ہوگا یا بیٹی، آپ ﷺ نے پوچھا: وہ بچہ (صورت میں) کس سے مشابہ ہوگا؟، اُس نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم)، یقیناً اپنے باپ یا ماں میں سے کسی کے مشابہ ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا رکو، اس طرح نہ کہو، (بات یہ ہے کہ) جب نطفہ ماں کے رحم میں قرار پاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت سے) اُس کے اور آدم علیہ السلام کے درمیان تمام رشتوں (یعنی اُن کی صورتوں) کو حاضر فرمادیتا ہے (اور وہ اُن میں سے کسی سے مشابہت اختیار کرلیتا ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا: ''وہ جس صورت میں چاہتا ہے، تمہارے وجود کی تشکیل فرمادیتا ہے، (المعجم الکبیر للطبرانی: 4624)''۔ اس کی مزید تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ بہت خوش تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (عائشہ!) تمہیں معلوم ہے کیا ہوا؟، مُجزّز مُدلجی میرے پاس داخل ہوا، اُس نے دو اشخاص (زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) کو چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے اس طرح دیکھا کہ اُن کے سر (اور بدن کا بالائی حصہ) ڈھکا ہوا تھا اور پاؤں کھلے تھے۔ اُس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں (یعنی یہ دونوں اشخاص آپس میں باپ بیٹا ہیں)، (صحیح بخاری:6771)''۔ حضرت اسامہ بن زید کا نسب اپنے باپ زید بن حارثہ سے ثابت تھا، لیکن باپ بیٹے کے رنگ میں تفاوُت کی وجہ سے کسی منافق نے اُن کے نسب پر طعن کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے قیافے کے ماہر مُجزّز مُدلجی کے اس مشاہدے کو تائیدی شہادت کے طور پر لیا اور خوشی کا اظہار فرمایا کہ ایک غیر جانبدار ماہر شخص نے ان دونوں کے حقیقی باپ بیٹا ہونے کی تصدیق کردی۔

اب جا کر سائنس اور جدید علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ اب فارنزک لیبارٹری کی مثبت رپورٹ اور وڈیو ریکارڈنگ یعنی مُتحرک تصاویر کو کسی جرم کے ثبوت کے لیے ایک حد تک قبول کیا جارہا ہے۔ لیکن کسی سنگین نوعیت کے جرم، جس کی قانون اور شریعت میں سزا موت مقرر ہے، کے ثبوت کے لیے ڈی این اے کی مثبت لیبارٹری رپورٹ اور وڈیو ریکارڈنگ کو، خواہ وہ کتنی ہی معیاری ہو، واحد حتمی اور قطعی ثبوت مان کر سزائے موت کا فیصلہ نہیں دیا جاسکتا۔ یعنی محض اس مثبت فارنزک رپورٹ کی بنا پر شریعت کی مقرر کی ہوئی ''حدِّ زنا'' جاری نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس میں ملاوٹ

اور کسی چیز کی آمیزش کا امکان موجود ہے۔اسی طرح وڈیو ریکارڈنگ اور متحرک تصاویر میں بھی ایڈٹنگ کے امکان کو کلی طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو ہمارے ہاں روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ٹیلیویژن کوریج کرنے والے اپنے کسی من پسند سیاسی رہنما یا پارٹی کے جلسے کو بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور ناپسندیدہ لیڈر یا پارٹی کے اُتنے ہی یا اُس سے بھی بڑے اجتماع کو چھوٹا کر کے دکھاتے ہیں، اِسے ہمارے محاورے میں کیمرے یا ہاتھ کا کمال کہتے ہیں ۔یعنی ذاتی پسند وناپسند، ترغیب وتحریص، دباؤ اور تعصّب کی بنا پر حقائق وواقعات میں تغیر وتبدل یا کمی بیشی یا مؤثر یا غیر مؤثر بنا کر پیش کرنا ممکن ہے۔اسی طرح تمام تر دیانت اور نیک نیتی کے باوجود بشری خطا کے امکان کو بھی کلی طور پر رَد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر کیس میں ایسا ہو، لیکن خطا کا امکان قطعیت کی نفی کے لیے کافی ہے۔ ہمارے ہاں میڈیکولیگل رپورٹ اور میّت کے پوسٹ مارٹم میں ردّ وبدل کے شواہد بہت ہیں۔

الغرض ان اسباب کی بنا پر ڈی این اے کی مثبت رپورٹ یا فارنزک شواہد ظنّی اور مشتبہ (Doubtful) قرار پا سکتے ہیں، قطعی ہرگز نہیں ہو سکتے، جبکہ حد زنا جاری کرنے یا قتل کی سزا نافذ کرنے کے لیے ثبوت کا قطعی اور لاریب ہونا ضروری ہے اور وہ مطلوبہ عینی شہادت ہی سے ممکن ہے۔خون کے دھبے، بندوق کی گولیاں اور انسانی دانت سے کاٹنا اسی زمرے میں آتا ہے، تاہم ان شواہد کی بنا پر جج یا قاضی اگر مطمئن ہو تو تعزیر کے طور پر سزا دے سکتا ہے اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔امریکہ کے حالیہ سفر میں ڈاکٹر خالد اعوان صاحب نے امریکہ اور جرمنی کی عدالتوں اور تفتیشی اداروں کے حوالے سے ڈی این اے رپورٹ کے غیر یقینی ہونے کے بارے میں وہاں کے اخبارات کے حوالوں سے ہمیں یہ شواہد فراہم کیے، جو ہمارے لبرل عناصر کے لیے یقیناً حجت ہوں گے:

امریکہ کے نہایت مشہور ایتھلیٹ او جے سمپسن پر اپنی بیوی اور اس کے آشنا کے دُہرے قتل کا الزام تھا، وکیل صفائی نے موقف اختیار کیا کہ ڈی این اے کے حاصل کیے ہوئے نمونے میں لیبارٹری میں کسی آمیزش کے امکان کو رَد نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح 2009ء میں ایک واضح ابہام رپورٹ کیا گیا۔اس کی رُو سے محض ڈی این اے کی مثبت رپورٹ پر اس حد تک انحصار کو شک کی نظر سے دیکھا گیا کہ اسے قطعی شہادت مان کر مجرم پر سزائے موت نافذ کر دی جائے۔

پندرہ سال تک جرمنی کی ایک اسٹیٹ کی پولیس ایک عادی قاتلہ خاتون کو شدت سے تلاش کرتی رہی، جس کی ڈی این اے کے مثبت شواہد چالیس جرائم کے وقوعوں میں پائے گئے، ان میں سے چھ قتل کے جرائم تھے۔ 2007ء میں انہوں نے متبادل امکانات پر غور شروع کیا، پھر مارچ 2009ء میں اسٹیٹ منسٹر نے اعلان کیا کہ کیس کو حل کر لیا گیا ہے، وہ یہ کہ جس فیکٹری سے نمونہ لینے کے لیے روئی کا پھایا لیا جا رہا تھا، وہاں ایک خاتون ورکر کی لاپرواہی سے آمیزش (Contamination) ہو رہی تھی، (Kingport Times-News,Monday, May11 ,2009)''۔

اسی طرح Amanda knox نامی ایک امریکی خاتون کو اٹلی میں اپنے ساتھ کمرے میں رہنے والی دوسری خاتون کو قتل کرنے کے الزام میں 25 سال کی سزا سنائی گئی۔اس پر الزام ثابت کرنے کے لیے ڈی این اے لیبارٹری رپورٹ کو بطور ثبوت پیش کیا گیا۔تقریباً ایک سال بعد اس فیصلے کو چیلنج کر دیا گیا اور امریکہ کے ایک اخبار میں رپورٹ

شائع ہوئی: ''Amanda knox- Rome کوایک فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی۔ایک غیر جانبدار فارنزک رپورٹ نے بتایا کہ اس امریکی طالب علم اوراس کی ساتھی کے مقدمے میں جوڈی این اے رپورٹ بطور شہادت استعمال کی گئی ،وہ قابل اعتماد نہیں تھی اوراس میں آمیزش تھی۔اس رپورٹ سے معلوم ہوا کہ پہلے ٹرائل میں جو ڈی این اے ٹیسٹ استعمال کیا گیا ،وہ بین الاقوامی معیار سے کم تر درجے کا تھا اوراس کے سبب اَمنڈا ناکس کی سزا کوختم کرنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں،(Bristol Herald Courier,Thursday,June 30,2011)''۔پس شرعی حد جاری کرنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کوحتمی اور قطعی ثبوت ماننے والوں کواس رپورٹ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

اسی طرح امریکی ریاست ٹیکساس میں فوجداری عدالتِ مُرافعہ نے16 جولائی کوClifton Williams کی سزائے موت کو نفاذ سے محض چند گھنٹے قبل ملتوی کردیا ،کیونکہ استغاثہ کے وکلاء نے یہ موقف اختیار کیا کہ Williams نامی ایک اور سیاہ فام شخص کے ڈین این اے پروفائل سے اس کے مشابہ ہونے کا امکان ہے اوراس امکان کا تناسب ایک کے مقابلے میں 43Sextilion ہے،یعنی 43 کے آگے اکیس صفر لگانے سے جو عدد بنتا ہے، اس کے برابر ہے یا اسے ایک بہ نسبت 43 بلین ٹریلین سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ٹیکساس کی انتظامیہ نے حال ہی میں ایف بی آئی کے تیار کردہ ڈیٹا بیس پرانحصار کرکے نتیجہ اخذ کیا کہ ایک اور سیاہ فام ولیم نامی شخص کے ڈی این اے پروفائل سے اس نمونے کے ملنے کے امکانات One in 40 Billions Trillion ہیں، (Kingsport Times-News,Monday,August 10,2015)''۔

ہمارے ہاں بعض لوگ قتل یا آبروریزی کے مقدمات (یعنی ایسے جرائم جن کی سزا موت یا عمر قید ہے) میں صرف ڈی این اے کی مثبت لیبارٹری رپورٹ کوحتمی اور قطعی شہادت کے طور پر قبول کرنے پر مُصر ہیں اور اِسے حتمی اور قطعی ثبوت نہ ماننے والوں کو دقیانوسی فکر کا حامل قرار دیتے ہیں۔ایسے تمام لبرل حضرات سے گزارش ہے کہ وہ آبروریزی کے مقدمات میں ڈی این اے کی شہادت کو قطعی ثبوت نہ ماننے کی بابت Univercity of Michigans Innocene Clinic کے 56 سالہ کارل وِنسن کے مقدمے کا مطالعہ کریں، جسے جبری آبروریزی کے مقدمے میں 25 سال کی جیل گزارنے کے بعد اس بنا پر رہا کردیا گیا کہ جج ایزن براؤن نے کہا: ''عدالت سائنسی شواہد کی بجائے عینی شہادت پر انحصار کرے گی،(Kingport Times-News,Monday,July16,2011)''۔

الغرض ڈی این اے ٹیسٹ کی مثبت رپورٹ کے قطعی ثبوت نہ ہونے کے بارے میں امریکہ اور مغربی ممالک کی عدالتیں یک آواز نہیں ہیں،بعض اسے حتمی اور قطعی ثبوت مانتے ہیں اور بعض عدالتوں اور ایف بی آئی نے اسے تسلیم نہیں کیا۔اسی حقیقت کو علمِ نبوت نے چند الفاظ میں بیان فرمادیا: ''جس قدر رہو سکے مسلمانوں سے حدود کو ساقط کردو،(سنن ترمذی:1424)''۔امام ابن ماجہ نے اپنی سُنَن میں باب باندھا: ''مومن کی پردہ پوشی اور حدود کوشبہات کے سبب دور کرنے کا بیان''۔امید ہے میری یہ عاجزانہ کاوش ان شاءاللہ جج صاحبان،مفتیانِ کرام،وکلاء حضرات اور قانون کے طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔